اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

فتح مکہ ' رمضان ۸ ہجری

شبلی نعمانی

جانشین ابراہیم (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کا سب سے مقدم فرض 'توحید خالص کا احیا اور حرم کعبہ کا آلایش سے پاک کرنا تھا' لیکن قریش کے پے درپے حملوں اور عرب کی مخالفت عام نے پورے اکیس برس تک اس فرض سے روکے رکھا۔ صلح حدیبیہ کی بدولت اتنا ہوا کہ چند روز کے لیے امن و امان قائم ہو گیا اور دلدادگان حرم ایک دفعہ یادگار ابراہیمی کو غلط انداز نظر سے دیکھ آئے لیکن معاہدہ حدیبیہ بھی قریش سے نہ نبھ سکا۔ حلم و عفو و تحمل کی حد ہو چکی۔ اب وقت آگیا کہ آفتاب حق حجاب ہائے حائل کو چاک کر کے باہر نکل آئے۔

صلح حدیبیہ کی بنا پر قبائل عرب میں خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہو گئے تھے اور ان کے حریف بنوبکر نے قریش سے مخالفت کا معاہدہ کر لیا تھا۔ ان دونوں حریفوں میں مدت سے لڑائیاں چلی آتی تھیں۔ اسلام کے ظہور نے عرب کو ادھر متوجہ کیا تو وہ لڑائیاں رک گئیں اور اب تک رکی رہیں 'کیونکہ قریش اور عرب کا سارا زور اسلام کے مقابلہ میں صرف ہو رہا تھا۔ صلح حدیبیہ نے لوگوں کو مطمئن کیا تو بنوبکر سمجھے کہ اب انتقام کا وقت آگیا۔ دفعتاً وہ خزاعہ پر حملہ آور ہوئے اور روسائے قریش نے علانیہ ان کو مدد دی۔ عکرمہ بن ابی جہل 'صفوان بن امیہ 'سہیل بن عمرو وغیرہ نے راتوں کو صورتیں بدل کر بنوبکر کے ساتھ تلواریں چلائیں۔ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی۔ بنوبکر رک گئے کہ حرم کا احترام ضرور ہے 'لیکن ان کے رئیس اعظم نوفل نے کہا 'یہ موقع پھر بھی ہاتھ نہیں آسکتا' غرض عین حدود حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔

آنحضرتؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ دفعتاً یہ صدا بلند ہوئی: اے خدا! میں محمدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو ہمارے اور ان کے قدیم خاندان میں ہوا ہے۔ اے پیغمبر خدا ہماری اعانت کر اور خدا کے بندوں کو بلا 'سب اعانت کے لیے حاضر ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ خزاعہ کے چالیس ناقہ سوار جن کا پیش رو عمرو بن سالم ہے، فریاد لے کر آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات سنے تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ تاہم آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی منظور کی جائے۔ (۱) مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔ (۲) قریش، بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔ (۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمر نے قریش کی زبان سے کہا: "صرف تیسری شرط منظور ہے"۔ لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی۔ انھوں نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرا لائیں۔ ابوسفیان نے مدینہ آکر آنحضرت ؐ کی خدمت میں درخواست کی۔ بارگاہ رسالت سے کچھ جواب نہ ملا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بیچ میں ڈالنا چاہا لیکن سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا، ہر طرف سے مجبور ہو کر جناب فاطمہ زہراؓ کے پاس آیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پانچ برس کے بچے تھے۔ ابوسفیان نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا: "اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہہ دے کہ میں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائے گا"۔ جناب سیدہ نے فرمایا: "بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟" بالآخر ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے ایما سے مسجد نبوی میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ ابوسفیان نے مکہ میں جاکر لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا تو سب نے کہا یہ نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں، نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔

آنحضرت ؐ نے مکہ کی تیاریاں کیں، اتحادی قبائل کے پاس قاصد بھیجے کہ تیار ہو کر آئیں، احتیاط کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے۔

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ انھوں نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت علیؓ (اور حضرت زبیرؓ حضرت مقدادؓ اور حضرت ابو مرثدؓ غنوی) کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائیں۔ خط آنحضرت ؐ کی خدمت میں پیش ہوا تو تمام لوگوں کو حاطب کے افشائے راز پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور عرض کی کہ حکم ہو تو ان کی گردن اڑا دوں؟ لیکن جبین رحمت پر شکن نہ تھی۔ ارشاد ہوا: عمر! تم کو کیا معلوم ہے کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہہ دیا ہے کہ تم سے مواخذہ نہیں ہے۔

حضرت حاطبؓ کے عزیز و اقارب اب تک مکہ میں تھے اور ان کا کوئی حامی نہ تھا اس لیے انھوں نے قریش پر احسان رکھنا چاہا کہ اس کے صلہ میں ان کے عزیزوں کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ انھوں

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہی عذر پیش کیا اور آپ ؐ نے قبول فرمایا۔

غرض ۱۰ رمضان ۸ ھ کو کوکبۂ نبوی ؐ نہایت عظمت و شان سے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا۔ دس ہزار آراستہ فوجیں رکاب میں تھیں۔ قبائل عرب راہ میں آکر ملتے جاتے تھے۔ مرالظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے ایک منزل یا اس سے بھی کم فاصلہ پر ہے۔

آنحضرت ؐ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی جس سے تمام صحرا وادیِ ایمن بن گیا۔ فوج کی آمد کی بھنک قریش کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ تحقیق کے لیے انھوں نے حکیم بن حزام، ابوسفیان اور بدیل بن ورقا کو بھیجا۔ خیمہ نبوی ؐ کی دربانی پر جو دستہ متعین تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا، حضرت عمرؓ جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے، تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت میں آکر عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس ؓ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباسؓ نے کہا: عمر! اگر یہ شخص تمھارے قبیلہ کا آدمی ہوتا تو تم اس قدر سخت دلی نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپ یہ نہ فرمائیں، آپ جس دن ایمان لائے تھے مجھ کو جو مسرت ہوئی تھی خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھ کو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔

ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعوے دار تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خفیہ قتل کرانے کی سازش، ان میں سے ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی، لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز عفو نبوی ؐ تھی۔ اس نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا: ''خوف کا مقام نہیں''۔

صحیح بخاری میں ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا، اس وقت گو ان کا ایمان متزلزل تھا لیکن مورخین لکھتے ہیں کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک میں وہ بھی جاتی رہی۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال آنکھوں سے دیکھیں۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم شروع ہوا۔ قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھیں۔ سب سے پہلے غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ، ہذیم، سلیم، ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہو ہو جاتے تھے۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ابوسفیان نے متحیر ہو کر پوچھا: یہ کون سا لشکر ہے؟

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہی عذر پیش کیا اور آپ ؐ نے قبول فرمایا۔

غرض ۱۰ رمضان ۸ ھ کو کوکبۂ نبوی ؐ نہایت عظمت و شان سے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا۔ دس ہزار آراستہ فوجیں رکاب میں تھیں۔ قبائل عرب راہ میں آ آ کر ملتے جاتے تھے۔ مرالظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے ایک منزل یا اس سے بھی کم فاصلہ پر ہے۔

آنحضرت ؐ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی جس سے تمام صحرا وادیِ ایمن بن گیا۔ فوج کی آمد کی بھنک قریش کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ تحقیق کے لیے انھوں نے حکیم بن حزام، ابوسفیان اور بدیل بن ورقا کو بھیجا۔ خیمہ نبوی ؐ کی دربانی پر جو دستہ متعین تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا، حضرت عمرؓ جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے، تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت میں آ کر عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آ گیا۔ لیکن حضرت عباس ؓ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباسؓ نے کہا: عمر! اگر یہ شخص تمھارے قبیلہ کا آدمی ہوتا تو تم اس قدر سخت دلی نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپ یہ نہ فرمائیں، آپ جس دن ایمان لائے تھے مجھ کو جو مسرت ہوئی تھی خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھ کو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔

ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعوے دار تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خفیہ قتل کرانے کی سازش، ان میں سے ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی، لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز عفو نبوی ؐ تھی۔ اس نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا: "خوف کا مقام نہیں"۔

صحیح بخاری میں ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا، اس وقت گو ان کا ایمان متزلزل تھا لیکن مورخین لکھتے ہیں کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک میں وہ بھی جاتی رہی۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال آنکھوں سے دیکھیں۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم شروع ہوا۔ قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھیں۔ سب سے پہلے غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ، ہذیم، سلیم ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہو ہو جاتے تھے۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ابوسفیان نے متحیر ہو کر پوچھا: یہ کون سا لشکر ہے؟

حضرت عباسؓ نے نام بتایا۔ دفعتاً سردار فوج حضرت سعدؓ بن عبادہ ہاتھ میں علم لیے ہوئے برابر سے گزرے اور ابوسفیان کو دیکھ کر پکار اٹھے: آج گھمسان کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

سب سے آخر میں کوکبہ نبویؐ نمایاں ہوا جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام علم بردار تھے۔ ابوسفیان کی نظر جمال مبارک پر پڑی تو پکار اٹھے کہ "حضورؐ نے سنا؟ سعدؓ بن عبادہ کیا کہتے ہوئے گئے"۔ ارشاد ہوا کہ سعد بن عبادہ نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ فوج کا علم سعد بن عبادہ سے لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا جائے۔ مکہ پہنچ کر آپؐ نے حکم دیا کہ علم نبویؐ مقام حجون پر نصب کیا جائے۔ حضرت خالدؓ کو حکم ہوا کہ فوجوں کے ساتھ بالائی حصہ کی طرف آئیں۔

اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا یا دروازہ بند کر لے گا یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا، اس کو امن دیا جائے گا۔ تاہم قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا قصد کیا اور خالدؓ کی فوج پر تیر برسائے۔ چنانچہ حضرت کرز بن جابر فہری اور حضرت حبیش بن اشعر اور حضرت سلمہ بن المیلا نے شہادت پائی۔ حضرت خالدؓ نے مجبور ہو کر حملہ کیا۔ یہ لوگ ۱۳ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلواروں کا چمکنا دیکھا تو حضرت خالدؓ سے باز پرس کی، لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین نے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قضائے الٰہی یہی تھی"۔

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضورؐ قیام کہاں فرمائیں گے؟ کیا اپنے قدیم مکان میں؟ شریعت میں مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ابو طالب نے جب انتقال کیا تھا تو ان کے صاحبزادے عقیل اس وقت کافر تھے، اس لیے وہی وارث ہوئے۔ انھوں نے یہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اس میں اتروں۔ اس لیے مقام خیف میں ٹھہروں گا جہاں قریش نے ہمارے خلاف کفر کی تائید پر باہم عہد و پیمان کیا تھا۔

خدا کی شان، حرم محترم جو خلیل بت شکن کی یادگار تھا، اس کی آغوش میں ۳۶۰ بت جاگزیں تھے، آنحضرتؐ ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے تھے: جآء الحق و زھق الباطل وجآء الحق ومایبدی الباطل ومایعید ان الباطل کان زھوقاً حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے جن کو قریش خدا مانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب نکلوا دیئے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے اندر جا کر جس قدر

تصویریں تھیں وہ بھی مٹا دیں۔ حرم ان آلائشوں سے پاک ہو چکا تو آپ ؐ نے عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے، کنجی طلب کی اور دروازہ کھلوایا۔ آپ ؐ حضرت بلال ؓ اور طلحہ ؓ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ؐ نے کعبہ کے اندر تکبیریں کہیں لیکن نماز نہیں ادا کی۔

خطبہ فتح

شاہنشاہ اسلام کا یہ پہلا دربار تھا، خطبہ سلطنت یعنی بارگاہ احدیت کی تقریر خلافت الٰہی کے منصب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی، جس کا خطاب صرف اہل مکہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا۔

ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام انتقامات، تمام خونبہائے قدیم، میرے قدموں کے نیچے ہیں، صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جاؤ لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا، دانا اور واقف کار ہے (الحجرات ۴۹: ۱۳)۔

تمام عقائد اور اعمال کا اصل الاصول اور دعوت اسلام کا اصلی پیغام توحید ہے، اس لیے سب سے پہلے اسی سے ابتدا کی گئی۔